ماہنامہ

علمیت

لاہور

نومبر

2025ء

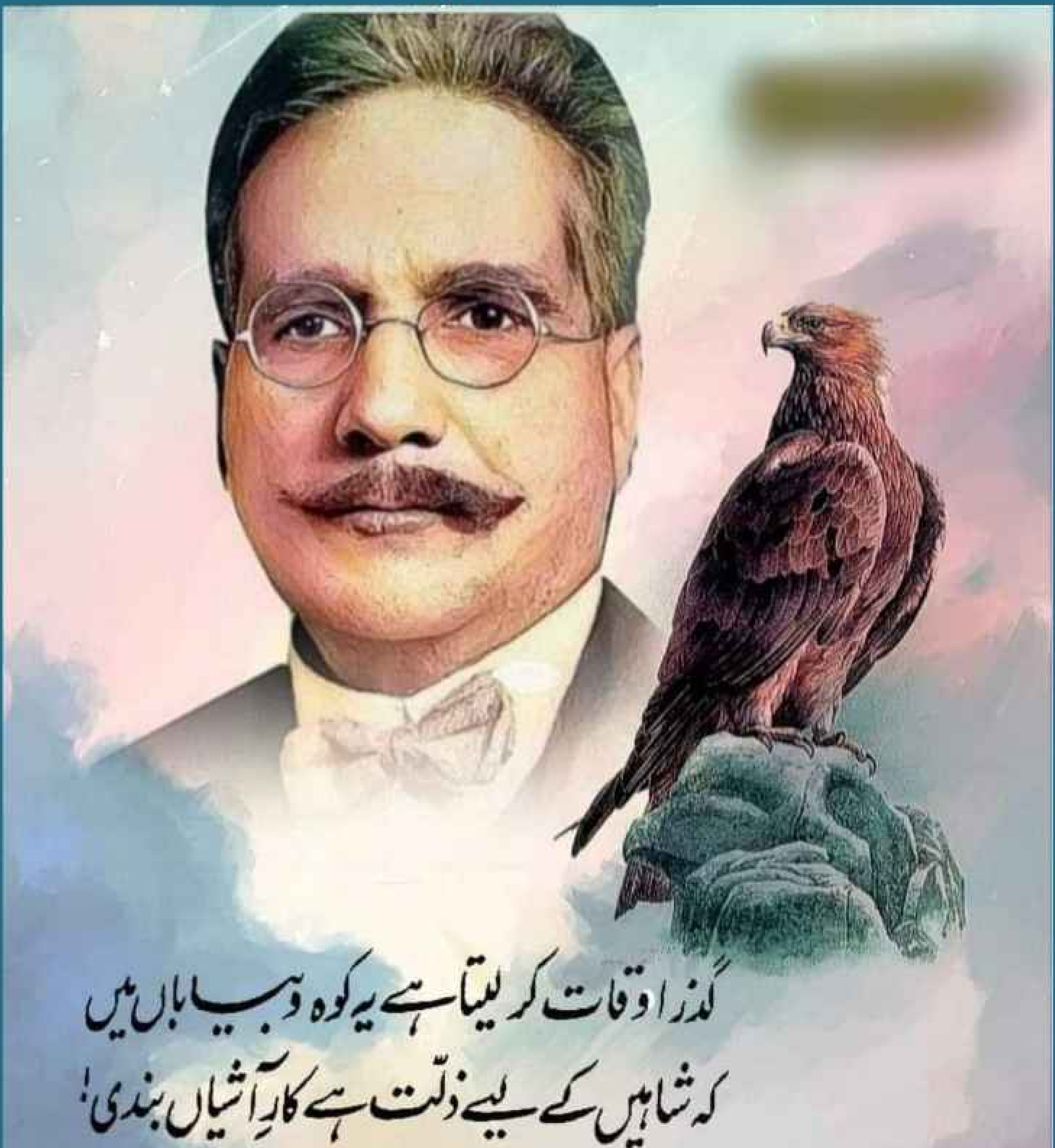

یوم اقبال کی تقریبات

وائس چانسلر یو ای ٹی لاہور ڈاکٹر شاہد منیر کی مزار اقبال پر حاضری۔

وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد علی مزار اقبال پر حاضری دے رہے ہیں

ایچ ای سی میں علامہ اقبال ڈے پر کیک کاٹنے کی تقریب

یوم اقبال کی تقریبات میں حصہ لینے والے طلبہ وطالبات کا وائس چانسلر اوپن یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود کے ہمراہ گروپ فوٹو

پاکستان میں تعلیمی دنیا کا ترجمان
ماہنامہ
Monthly ILMIAT Lahore
علمیت
لاہور

جلد نمبر 7 | شمارہ نمبر 11 | نومبر 2025ء

Monthlyilmiat@gmail.com | www.ilmiatonline.com | facebook.com/ilmiat

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

ایڈیٹر: احمد علی عتیق

ڈپٹی ایڈیٹر: پروفیسر محمد شریف

مجلس ادارات

- میاں عمران مسعود
- عباس تابش
- محمد اقبال چاند
- مرزا کاشف
- چوہدری افتخار احمد

قانونی مشیر: مقصود ملک ایڈووکیٹ، لاہور ہائی کورٹ

نمائندگان

- محمد زین العابدین... میانوالی
- مزمل شبیر... بہاولپور
- مظفر اقبال... لودھراں

گرافکس ڈیزائنر: محمد سعید یعقوب

فہرست مضامین

اداریہ	05
بیوروکریٹ بطور سربراہ تعلیمی ادارہ: انتظامی بہتری یا اساتذہ کی حق تلفی	06
پاکستان کی قومی مصنوعی ذہانت پالیسی 2025: ڈیجیٹل مستقبل کی جانب ایک فیصلہ کن قدم	07
علامہ اقبال کا فلسفہ خودی، نظریہ تعلیم اور نظریہ پاکستان: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ	09
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ریجنل کیمپس لاہور میں یوم اقبال کی تقریب	11
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا تدریسی فلسفہ	13

ضرورت نامہ نگاران

تعلیمی میگزین ماہنامہ ”علمیت“ لاہور کیلئے پاکستان بھر کے تمام تحصیل و ضلعی مراکز سے نامہ نگاران کی ضرورت ہے۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔ احمد علی، مینجنگ ایڈیٹر،
واٹس ایپ نمبر: 0333 4969330
ای میل: monthlyilmiat@gmail.com

قیمت فی شمارہ: -/200
زرتعاون سالانہ: -/2000

برائے رابطہ: عبداللہ سینٹر، فلیٹ نمبر 04، اعوان ٹاؤن، لاہور
0333-4969330
0300-8878410

احمد علی پبلشر نے پرنٹر انتخاب جدید پریس سے چھپوا کر 56 لارنکس کالونی گریڈ سٹیشن ایکسٹینشن II مغلپورہ روڈ گڑھی شاہو لاہور سے شائع کیا

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ②

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ ① جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ ②

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤

تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ ③ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ ④ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ ⑤

(سُوْرَۃُ العَلَق آیات ۱ تا ۵)

حدیث رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن سلَكَ طريقًا يلتَمِسُ فيهِ علمًا ، سَهَّلَ اللهُ لَهُ طريقًا إلى الجنَّةِ .
جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

علامہ محمد اقبالؒ

ہمیں اپنی تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو اپنی عوام کے لیے موزوں، اپنی تاریخ وثقافت سے ہم آہنگ اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

(قائد اعظم 27 نومبر 1947 پہلی تعلیمی کانفرنس)

مسلمان کیلئے سب سے بڑا خطرہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ وہ خود اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہو، خود یہ نہ جانتا ہو کہ قرآن کیا سکھاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کیا ہدایت دے گئے ہیں۔ اس جہالت کی وجہ سے وہ خود بھی بھٹک سکتا ہے اور دوسرے دجال بھی اس کو بھٹکا سکتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

اداریہ

ریسرچ کے لیے ترستی جامعات۔۔۔۔مقام افسوس

کسی بھی ملک کی ترقی میں اعلیٰ تعلیم کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں سے فارغ التحصیل طلبہ قومی ترقی کے عمل کا حصہ بنتے ہیں۔ 2002 میں قائم ہونے والے ہائر ایجوکیشن کمیشن کی حیثیت خودمختار تھی۔ جس میں طلبہ اساتذہ اور وائس چانسلر نے ایک نئے سفر کا آغاز کیا۔ ماضی میں جب پاکستان میں تین جامعات تھیں، جو ایک اچھا دور تھا۔ وائس چانسلر کا ایک ویژن ہوتا تھا، ان وائس چانسلروں میں پروفیسر اشتیاق حسین، پروفیسر حمید احمد خان اور ڈاکٹر جمیل جالبی جیسی نامور شخصیات تھیں۔ جنہوں نے اس عہدے کو وقار بخشا۔ گزشتہ حکومتوں نے سیاسی بنیادوں پر جامعات کو چارٹر دینا شروع کیا۔ یونیورسٹیاں کوٹھیوں میں کھلنا شروع ہوگئیں۔ معیار پر مقدار حاوی ہوگئی۔ آہستہ آہستہ یونیورسٹیوں کی خودمختاری ختم ہوتی جا رہی ہے۔ بیوروکریٹس کی بحیثیت وائس چانسلر تقرری اور سیاسی شمولیت نے میرٹ کی بجائے مصلحت کو جنم دیا ہے۔ اب وائس چانسلر ایک رکن کی حیثیت سے بیٹھتا ہے جو ایک سول سرونٹ ہے۔ اب جدید دور ہے جس میں اہم مہارتیں چھا گئی ہیں۔ تحقیق اور تنقیدی سوچ کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی۔ جس کے فروغ کے لیے جامعات کا کردار بڑا اہم ہوگیا ہے۔ لیکن قحط الرجال کے اس دور میں تحقیقی ترقی، معیاری جدیدیت، تنقید، نقطہ نظر پالیسیوں کو فوقیت حاصل نہیں۔ یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ میں عدم دلچسپی، ترجیحات اور علمی فقدان بڑھ رہا ہے۔ وائس چانسلرز اور دیگر ذمہ داران نے یونیورسٹیوں کو دانش گاہیں بنانے کی بجائے ایک ویران محل کی شکل دے دی ہے۔ ناتجربہ کار وائس چانسلر جو تحقیق اور انتظامی صلاحیتوں سے محروم ہیں کی تعیناتی کی جا رہی ہیں۔ بیوروکریٹوں کی تعیناتیوں میں تو ایک میرٹ اور ترتیب ہے لیکن وائس چانسلر کی تعیناتی میں بے ترتیبی اور عدم میرٹ کیوں ہے؟ اگر یہ باتیں ختم ہوجائیں اور جامعات کا قبلہ بھی درست ہوجائے گا۔ ایک صوبے نے سنڈیکیٹ میں تین تین ایم پی ایز بھی شامل کیے ہیں۔ اس طرح یونیورسٹیوں میں اقربہ پروری، سفارشوں اور دھڑے بازی کا آغاز ہو چکا ہے۔ جامعات میں زوال کی کیفیت عام ہے۔ طلبہ اور طالبات میں تحقیق کو کس طرح فروغ دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے جب تک کہ ایچ ای سی خود یونیورسٹیوں میں اہل اور باشعور افراد کی تعیناتی نہیں کرے گا۔ جو علمی ذوق بھی رکھتے ہوں تو تحقیقی کام آگے نہیں بڑھے گا تعلیمی اداروں کی بہتری کا اظہار تحقیقی سرگرمیوں اور منصوبوں سے ہوتا ہے۔ پاکستان میں ہر ضلع میں یونیورسٹیاں قائم ہوگئی ہیں۔ مالکان اتنا کما چکے ہیں۔ لیکن تحقیق بہت پیچھے ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

بیوروکریٹ بطور سربراہ تعلیمی ادارہ: انتظامی بہتری یا اساتذہ کی حق تلفی

دنیا کے موثر ریاستی نظاموں میں بیوروکریسی انتظامی استحکام، پالیسی کے تسلسل اور عوامی خدمت کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ ایک اچھا اور قابل بیوروکریٹ نہ صرف حکومتی پالیسیوں کے نفاذ کو یقینی بناتا ہے بلکہ ریاست اور عوام کے درمیان اعتماد اور شفافیت کا رشتہ بھی مضبوط کرتا ہے۔ کسی ملک کی ترقی بڑے پیمانے پر اس کے انتظامی ڈھانچے اور سرکاری افسران کی پیشہ ورانہ مہارت، دیانت داری اور وژن پر منحصر ہوتی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے بیوروکریٹ کی شخصیت میں چند بنیادی خصوصیات کا پایا جانا لازم ہے۔ ایک موثر بیوروکریٹ کی اولین خوبی دیانت داری اور شفافیت ہے۔ ریاستی عہدہ ایک امانت ہے، جس کے لیے ایمانداری، غیر جانبداری اور کرپشن سے پاک فیصلہ سازی بنیادی شرط ہے۔ قوانین پر عبور، آئینی تقاضوں کی مکمل سمجھ، اور پالیسی سازی کے مختلف مراحل سے آگاہی ایک بیوروکریٹ کو انتظامی فیصلوں میں مضبوط بنا دیتی ہے۔ مزید برآں، تجزیاتی صلاحیت، بحران کے دوران بروقت فیصلہ سازی، موثر ابلاغ، اور وسائل کے درست استعمال کا ہنر اسے انتظامی میدان میں ایک مثالی کردار بناتا ہے۔ عوامی خدمت کا جذبہ، وقت کی پابندی، ٹیم ورک اور جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگی بھی اس کی کارکردگی کو مضبوط کرتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایک اچھا بیوروکریٹ ریاست، نظام اور عوام کے درمیان انصاف، اعتماد اور نظم کا پل ہوتا ہے۔

بیوروکریٹس بطور سربراہ تعلیمی ادارہ: پاکستان کا ابھرتا ہوا رجحان

پاکستان میں گزشتہ چند برسوں سے یہ رجحان نمایاں ہوا ہے کہ تعلیمی اداروں بالخصوص امتحانی بورڈز اور یونیورسٹیوں کی سربراہی بیوروکریٹس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ پنجاب کے تقریباً تمام تعلیمی بورڈز کے سربراہ کمشنرز ہیں، جبکہ سندھ میں بیوروکریٹس کو وائس چانسلر تعینات کرنے کے لیے قانون میں باقاعدہ ترمیم کی گئی ہے۔ اس فیصلے نے متعدد سوالات کو جنم دیا ہے: کیا یہ انتظامی لحاظ سے فائدہ مند قدم ہے؟ یا اس سے اساتذہ کی حق تلفی اور اداروں کی علمی خودمختاری متاثر ہو رہی ہے؟

بیوروکریٹس کی تقرری کے حق میں دلائل

اس اقدام کے حامیوں کے مطابق بیوروکریٹس میں وہ انتظامی خصوصیات موجود ہیں جو بڑے اداروں کو بہتر طور پر چلا سکتی ہیں۔ پاکستان کے امتحانی بورڈز طویل عرصے سے بدانتظامی، پیپر لیک، تاخیر، اور کرپشن جیسے مسائل کا شکار رہے ہیں۔ حکومت کا خیال ہے کہ ایک تربیت یافتہ بیوروکریٹ جو نظم و ضبط، فیصلہ سازی اور وسائل کے انتظام کا ماہر ہو، ان اداروں میں اصلاحات اور شفافیت لا سکتا ہے۔ اسی طرح یونیورسٹیوں میں بعض اوقات فنڈز کے غلط استعمال، سیاسی مداخلت اور انتظامی کمزوری جیسے مسائل موجود ہوتے ہیں، جنہیں بیوروکریٹک نظم و ضبط سے بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے بعض حلقوں کا ماننا ہے کہ بیوروکریٹس کا کردار تعلیمی انتظامی ڈھانچے میں مثبت تبدیلی لا سکتا ہے۔

اساتذہ کا نقطۂ نظر اور حق تلفی کا مسئلہ

دوسری جانب اساتذہ اور علمی حلقوں کا موقف ہے کہ تعلیمی

اداروں کی سربراہی بیوروکریٹس کے حوالے کرنا واضح طور پر اساتذہ کی حق تلفی ہے۔ ان کے مطابق یونیورسٹیاں اور بورڈز محض انتظامی دفاتر نہیں ہوتے بلکہ علمی، تحقیقی اور فکری ادارے ہوتے ہیں جن کی قیادت وہ افراد ہی کر سکتے ہیں جنہیں تدریس، تحقیق، نصاب فہمی اور تعلیمی مسائل پر گہری بصیرت حاصل ہو۔ ایک بیوروکریٹ انتظامی طور پر مضبوط ضرور ہوتا ہے، مگر اس کے پاس وہ علمی تجربہ اور تحقیقی پس منظر نہیں ہوتا جو ایک وائس چانسلر یا چیئرمین کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اساتذہ کا کہنا ہے کہ ایسے فیصلوں سے نہ صرف علمی آزادی متاثر ہوتی ہے بلکہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کے راستے بھی رک جاتے ہیں، کیونکہ جب اعلیٰ عہدے ہمیشہ غیر تدریسی پس منظر رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں ہوں گے تو اساتذہ کے لیے ترقی کا فطری راستہ مسدود ہو جائے گا۔

بین الاقوامی تناظر: عالمی تجربات اور ان کی روشنی

ترقی یافتہ ممالک میں یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کی سربراہی عموماً ممتاز اسکالرز، محققین اور پروفیسران کے پاس ہوتی ہے۔ بیوروکریسی ان اداروں کی انتظامی معاونت ضرور کرتی ہے، لیکن ان کی علمی قیادت پر قبضہ نہیں کرتی۔ چین اور سنگاپور جیسے ملکوں کی ترقی میں بیوروکریسی کا اہم کردار ہے، مگر وہاں بھی تعلیمی اداروں کے سربراہ عام طور پر علمی پس منظر رکھنے والے افراد ہوتے ہیں، جبکہ بیوروکریسی پالیسی کے نفاذ اور طویل المدتی منصوبہ بندی پر توجہ دیتی ہے۔ پاکستان اس کے برعکس تعلیم کو بنیادی طور پر انتظامی مسئلہ سمجھ کر چلانے کی غلطی کرتا رہا ہے۔

متوازن نقطۂ نظر

اصل مسئلہ "بیوروکریٹ یا استاد" کا انتخاب نہیں، بلکہ صحیح جگہ پر صحیح شخص کی تعیناتی ہے۔ بہتر حل یہ ہے کہ: علمی اداروں کی قیادت ہمیشہ تعلیمی پس منظر رکھنے والے اہل ماہرین کے پاس ہو؛ انتظامی ذمہ داریوں کے لیے بیوروکریٹک مہارت رکھنے والے افسران تعینات کیے جائیں؛ بیوروکریٹس کو صرف بحران کے وقت یا اصلاحاتی مدت کے لیے لایا جائے، مستقل سربراہ نہ بنایا جائے؛ تقرری کا طریقہ مکمل طور پر شفاف اور سیاسی اثر سے پاک ہو۔

بیوروکریٹس کی صلاحیتیں اور پیشہ ورانہ مہارتیں اپنی جگہ بے مثال ہیں، مگر تعلیمی اداروں کی سربراہی محض انتظامی قابلیت کا مسئلہ نہیں بلکہ علمی قیادت، تحقیقی وژن اور علمی آزادی کا تقاضا کرتی ہے۔ پنجاب اور سندھ میں بیوروکریٹس کی تعیناتی کا رجحان اگرچہ مختصر مدت میں انتظامی بہتری لا سکتا ہے، لیکن طویل مدت میں یہ تعلیمی اداروں کی خودمختاری اور اساتذہ کے حقوق کے لیے چیلنج پیدا کرتا ہے۔ ایک مضبوط، صحت مند اور علمی طور پر آزاد تعلیمی نظام وہی ہے جس میں قیادت علمی ہاتھوں میں ہو اور انتظامی نظام مضبوط بیوروکریسی سہارا دے۔ پاکستان کو اسی متوازن ماڈل کی ضرورت ہے تاکہ تعلیم کا معیار بھی بلند ہو اور انتظامی اصلاحات بھی مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہوں۔

پاکستان کی قومی مصنوعی ذہانت پالیسی 2025

ڈیجیٹل مستقبل کی جانب ایک فیصلہ کن قدم

مصنف: قدرت اللہ

پاکستان کی قومی مصنوعی ذہانت پالیسی 2025 یقیناً ایک جرات مندانہ پیش رفت ہے جو اس عزم کی عکاسی کرتی ہے کہ ملک مستقبل کو محض قبول نہیں کرے گا بلکہ اسے خود تشکیل دے گا۔ عصر حاضر میں مصنوعی ذہانت محض کوئی جدید ٹیکنالوجی نہیں بلکہ عالمی معیشت، گورننس، تعلیم، صحت اور سوشل ویلفیئر کو نئی سمت دینے والی بنیادی قوت ہے۔ پاکستان کا اس شعبے میں واضح پالیسی متعارف کرانا اس بات کا اعلان ہے کہ ملک اپنی نوجوان افراد کو جدید مہارتوں سے

لیس کر کے نہ صرف عالمی ڈیجیٹل معیشت میں جگہ بنانا چاہتا ہے بلکہ قومی ترقی کے نئے دروازے بھی کھولنا چاہتا ہے۔

یہ پالیسی آئندہ برسوں کے لیے کئی دور اندیش اہداف مقرر کرتی ہے جس میں 2030 تک دس لاکھ مصنوعی ذہانت کے ماہرین تیار کرنا، تحقیق و جدت کے لیے خصوصی فنڈز قائم کرنا، ریسرچ سنٹرز کو مضبوط بنانا، اور نجی شعبے کی سرمایہ کاری کو سہارا دینا شامل ہے۔ خواتین اور معذور افراد کی شمولیت کو بھی پالیسی کا لازمی جزو بنایا گیا ہے تاکہ ڈیجیٹل انقلاب میں کوئی طبقہ پیچھے نہ رہ جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ پبلک سروس ڈیلیوری کو بہتر بنانے، مقامی سطح پر ٹیکنالوجی مصنوعات تیار کرنے، مضبوط سائبر سیکیورٹی نظام قائم کرنے اور عالمی معیارات سے ہم آہنگ رہنے کا لائحہ عمل بھی شامل ہے۔ اگر یہ اقدامات تسلسل سے جاری رہے تو نہ صرف گورننس بہتر ہوگی بلکہ زراعت، صحت اور تعلیم جیسے اہم شعبوں میں بھی حقیقی اور تیز رفتار تبدیلی آئے گی۔

پاکستان کے نوجوانوں کے لیے یہ پالیسی ایک سنہری موقع ہے، کیونکہ جدید مہارتوں میں تربیت انہیں بین الاقوامی معیار کی ملازمتوں اور کاروباری مواقع تک رسائی فراہم کرے گی۔ مصنوعی ذہانت کی بدولت کاشتکار بہتر پیداوار، پانی کے موثر استعمال اور فصلوں کی پیشگوئی کرنے والے جدید سسٹمز سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ صحت کے شعبے میں AI سے چلنے والے تشخیصی نظام دور دراز علاقوں میں بھی جلد اور کم لاگت صحت سہولتیں فراہم کر سکتے ہیں۔ گورننس کے میدان میں ڈیٹا پر مبنی فیصلے شفافیت اور کارکردگی میں اضافہ کریں گے۔ مجموعی طور پر یہ پالیسی پاکستان کو عالمی مقابلہ بازی میں آگے بڑھانے، بیرونی سرمایہ کاری لانے اور عالمی ٹیکنالوجی سپلائی چین کا حصہ بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس قومی وژن کو حقیقت میں بدلنے میں پنجاب کا کردار نہایت اہم ہے۔ چونکہ یہ ملک کا سب سے زیادہ آبادی والا اور تعلیم یافتہ صوبہ ہے، اس لیے یہاں کی اصلاحات باقی صوبوں پر براہ راست اثر ڈالتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ مریم نواز شریف کے تحت تعلیم اور آئی ٹی ریفارمز نے پورے ملک کے لیے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ لیپ ٹاپ اسکیم نے ہزاروں طلبہ کو ڈیجیٹل دنیا سے جوڑ کر نہ صرف آئی ٹی میں دلچسپی پیدا کی بلکہ مصنوعی ذہانت کی تعلیم کی بنیاد بھی فراہم کی۔ اسمارٹ کلاس رومز، ڈیجیٹل لائبریریاں، جدید اسکول انفراسٹرکچر، اور اساتذہ کی تربیت وہ اقدامات ہیں جنہوں نے طلبہ کو دنیا کی تیزی سے بدلتی تعلیمی ضروریات کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ پنجاب کی لڑکیوں کی تعلیم اور ڈیجیٹل شمولیت پر خصوصی توجہ نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ خواتین بھی ملک کی AI معیشت کی بنیادی ستون بن سکیں۔

اس تبدیلی میں پاکستان کی یونیورسٹیاں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ ملک کے سرکاری اور نجی تعلیمی ادارے AI ریسرچ لیبز کے قیام، ڈیٹا سائنس اور روبوٹکس پروگرامز کی توسیع، اساتذہ کی تربیت اور صنعتی شعبے سے براہ راست شراکت داری کے ذریعے قومی پالیسی کے اہداف کو مضبوط کر رہے ہیں۔ نیشنل یونیورسٹی آف سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی (NUST)، ITU لاہور، FAST، LUMS ،

COMSATS، پنجاب یونیورسٹی اور دیگر ادارے نہ صرف تحقیق میں اضافہ کر رہے ہیں بلکہ طلبہ کو عالمی سطح کے ہیکاتھنز، انکیوبیٹرز، اور اسٹارٹ اپ کلچرز کی طرف لا رہے ہیں۔ یونیورسٹیاں نئی نسل کو نظریاتی علم کے ساتھ ساتھ عملی تجربہ فراہم کر کے پاکستان کے ٹیکنالوجی ایکو سسٹم کو مستحکم بنا رہی ہیں۔

اسی طرح ملک کا آئی ٹی سیکٹر بھی مصنوعی ذہانت کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی جیسا کردار ادا کر رہا ہے۔ پاکستان کی سافٹ ویئر کمپنیاں اور اسٹارٹ اپس اے آئی پر مبنی حل تیار کر رہی ہیں جیسے انٹیلیجنٹ چیٹ بوٹس، مالیاتی تجزیے کے سسٹمز، میڈیکل امیجنگ ٹولز، ایگری ٹیک پلیٹ فارمز اور سائبر سیکیورٹی سسٹمز، جو نہ صرف ملکی ضروریات پوری کر رہے ہیں بلکہ بین الاقوامی منڈیوں میں بھی مقبول ہو رہے ہیں۔ فری لانسنگ اور ریموٹ ورک کے عالمی رجحان نے پاکستانی نوجوانوں کے لیے AI ڈیولپمنٹ، ڈیٹا لیبلنگ، مشین لرننگ ماڈلز اور آٹومیشن سروسز میں نئے دروازے کھول دیے ہیں۔ اگر ریاست اور آئی ٹی کمپنیوں کے درمیان پائیدار پارٹنرشپس قائم رہیں تو پاکستان عالمی سطح پر AI سروس برآمد کرنے والا ایک اہم ملک بن سکتا ہے۔

یہ تمام اقدامات قومی سطح پر جاری نمایاں کوششوں کو تقویت دیتے ہیں، جیسے صدارتی اقدام برائے مصنوعی ذہانت و کمپیوٹنگ (PIAIC)، نیشنل سینٹر آف آرٹیفیشل انٹیلیجنس (NCAI)، اور سائنو فاک سینٹر برائے مصنوعی ذہانت (SPCAI)۔ ان اقدامات نے پاکستان میں ایک مربوط تعلیمی، تحقیقی اور صنعتی ماحول فراہم کیا ہے، جس کی مدد سے نہ صرف مقامی ٹیکنالوجی تیار ہو رہی ہے بلکہ نوجوانوں کو عالمی مارکیٹ میں مقابلے کے قابل بنایا جا رہا ہے۔ پنجاب کی لیپ ٹاپ اسکیم، اسمارٹ کلاس رومز اور ملک بھر میں آن لائن لرننگ پلیٹ فارمز اس بات کی مثال ہیں کہ وفاقی اور صوبائی سطح پر ہم آہنگ پالیسی سازی کس طرح ایک پوری نسل کی صلاحیتوں کو بدل سکتی ہے۔

حکومت نے اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی بھی پالیسی کی کامیابی مضبوط انفراسٹرکچر اور موثر قوانین کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے براڈ بینڈ تک رسائی میں اضافہ، بجلی کی فراہمی بہتر بنانا، ہائی پرفارمنس کمپیوٹنگ سینٹرز قائم کرنا، اور ڈیٹا پروٹیکشن قوانین متعارف کرانا اس وژن کا حصہ ہیں۔ اخلاقی اصولوں اور ماحول دوست ٹیکنالوجی پر زور دینا پاکستان کی متوازن اور ذمہ دارانہ سوچ کی علامت ہے۔

اگرچہ مالی دباؤ، ادارہ جاتی رکاوٹیں اور وزارتوں کے درمیان بہتر ربط جیسے چیلنجز موجود ہیں، لیکن پالیسی کی واضح سمت، سیاسی عزم اور تسلسل امید دلاتے ہیں کہ یہ منزل قابل حصول ہے۔ نجی شعبے سے شراکت، قابل پیمائش اہداف اور باقاعدہ کارکردگی جائزہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ یہ وژن عملی شکل اختیار کرے۔

پاکستان کی مصنوعی ذہانت پالیسی دراصل ایک ٹیکنالوجی منصوبہ نہیں بلکہ قومی احیاء کا ایک جامع وژن ہے۔ یہ نوجوانوں کو مستقبل کے اوزار فراہم کرتی ہے، معیشت کو جدید خطوط پر استوار کرتی ہے، خدمات کی فراہمی بہتر بناتی ہے، اور سماجی ناہمواریوں میں کمی لاتی ہے۔ قومی قیادت اور صوبائی اصلاحات، خصوصاً پنجاب کے تعلیمی و آئی ٹی اقدامات، ایک متحد سمت میں آگے بڑھتے ہوئے پاکستان کو ایک حقیقی ڈیجیٹل قوم میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس ڈیجیٹل صدی میں وہی قومیں ترقی کی دوڑ میں آگے ہوں گی جو جدت کو اپنا کر مستقبل کی سمت خود متعین کریں گی۔ پاکستان نے اس سفر کا آغاز بروقت اور اعتماد کے ساتھ کر لیا ہے۔ اگر یہی رفتار اور عزم برقرار رہا تو قومی مصنوعی ذہانت پالیسی آنے والے برسوں میں پاکستان کی ترقی کا سنگ بنیاد ثابت ہوگی اور یہ مثال بن جائے گی کہ بصیرت رکھنے والی قیادت کیسے چیلنجز کو مواقع میں تبدیل کرتی ہے۔

علامہ اقبال کا فلسفۂ خودی، نظریۂ تعلیم اور نظریۂ پاکستان: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

نبیلہ حنیف

علامہ محمد اقبالؒ برصغیر کے جدید فکری اور تہذیبی احیاء کے سب سے مؤثر مفکر ہیں جنہوں نے فلسفہ، تعلیم اور سیاست تینوں میدانوں میں ایک ہم آہنگ، مربوط اور بامقصد فکر پیش کی۔ فلسفۂ خودی اقبال کے پورے فکری نظام کا مرکزی ستون ہے، جس کی روشنی میں وہ فرد کی تعمیر، قوم کی تشکیل، نسلِ نو کی تعلیم، اور مسلمانوں کی سیاسی خودمختاری کے اصول وضع کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک ایسی تعلیم ضروری ہے جو شخصیت کی تعمیر اور قومی تشخص کے احیاء کے لیے اخلاقی، روحانی اور عملی قوت پیدا کرے۔ اسی فکری تسلسل میں اقبال کا نظریۂ پاکستان سامنے آتا ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ تہذیبی شناخت کا سیاسی اظہار ہے۔ یہ مقالہ اقبال کے فلسفۂ خودی، ان کے تصورِ تعلیم، اور نظریۂ پاکستان کے درمیان باہمی تعلق کو علمی و تنقیدی زاویوں سے واضح کرتا ہے۔

اکیسویں صدی کے فکری، سماجی اور تعلیمی مباحث میں علامہ اقبالؒ کا مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ جدیدیت، مغربیت، مسلمان معاشروں کی زوال پذیری، تعلیم کی استعماریت، اور تہذیبی بحران کے موضوعات پر اقبال کی تشخیص غیر معمولی بصیرت کا نمونہ ہے۔ برصغیر کے نوآبادیاتی تناظر میں انہوں نے ایک ایسے ''خودی'' کے تصور کی تشکیل کی جو نہ صرف فرد کی باطنی قوت کو اجاگر کرتا ہے بلکہ اسے اجتماعی ذمہ داری اور تہذیبی خودمختاری کی طرف بھی لے جاتا ہے۔

اقبال کی فکری عمارت تین بڑے ستونوں پر کھڑی ہے: فلسفۂ خودی، نظریۂ تعلیم، نظریۂ پاکستان یا مسلمانوں کے لیے علیحدہ سیاسی تشخص کا تصور۔ یہ تینوں ایک مربوط فلسفیانہ زنجیر بناتے ہیں۔

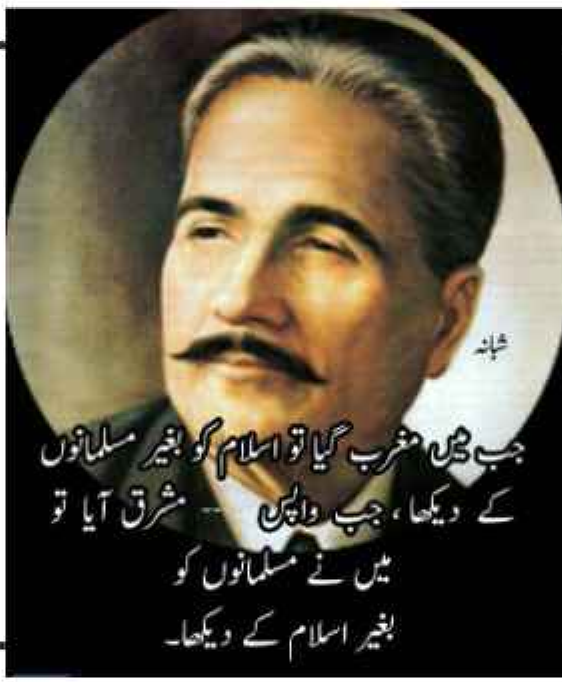

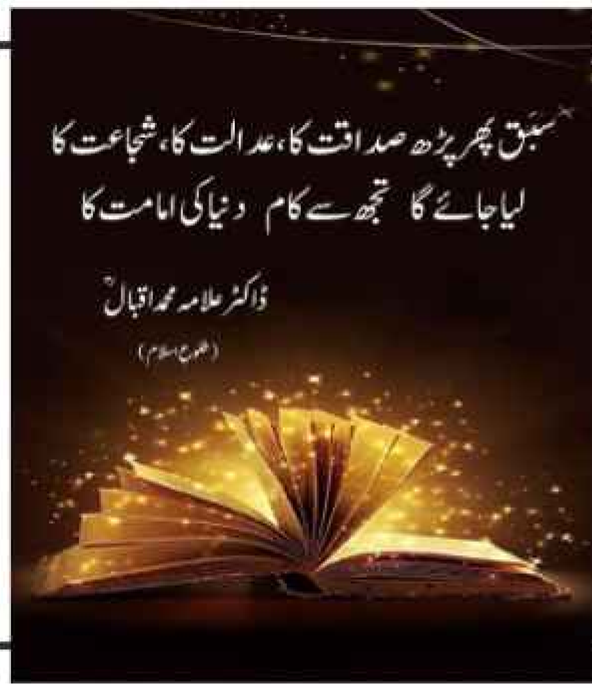

2۔ فلسفۂ خودی: فکری بنیاد اور نظریاتی جہات

1.2 خودی کا مفہوم اقبال کے نزدیک خودی "Self" نہیں بلکہ "Creative Ego" ہے یعنی ایک فعال، ارتقائی اور اخلاقی شعور۔

وہ کہتے ہیں:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے، ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

اقبال کے مطابق خودی ایک ایسی تخلیقی قوت ہے جو انسان کو تقدیر کا پابند رہ کر بھی خود عمل تقدیر بننے کا راستہ دکھاتی ہے۔

2.2 خودی کے بنیادی اصول

اقبال کے فلسفۂ خودی کے تین بنیادی مراحل ہیں:

(1) اطاعت (Obedience) انسان اپنی انا کو اخلاقی و الٰہی قوانین کے تابع کر کے مضبوط بنیاد پاتا ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

(2) ضبطِ نفس (Self-Control) انسانی شخصیت ضبط، نظم، اور کردار کے راستے خود کو بلند کرتی ہے۔

(3) نیابتِ الٰہی (Vicegerency) خودی کی معراج وہ مقام ہے جہاں انسان خدائی صفات (رحمت، انصاف، تخلیق) کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی تصور بعد میں ''ملت'' اور ''ریاست'' کی اخلاقی بنیاد بنتا ہے۔

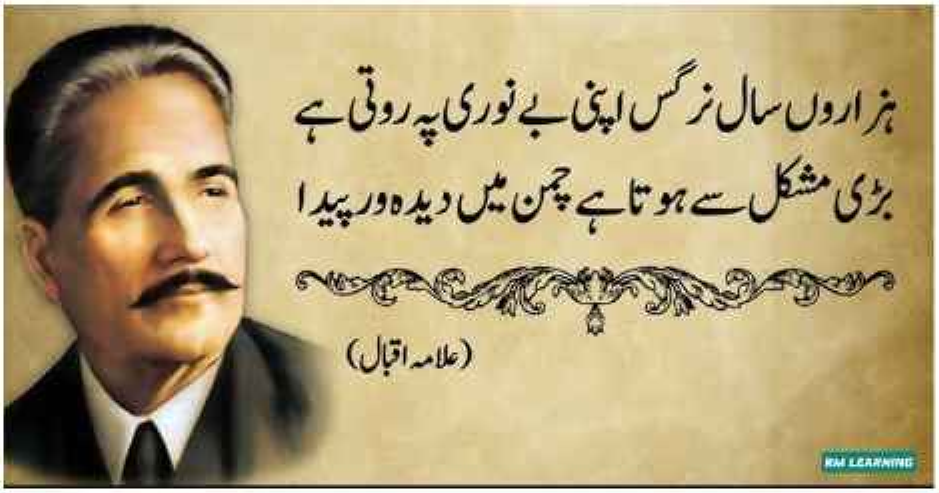

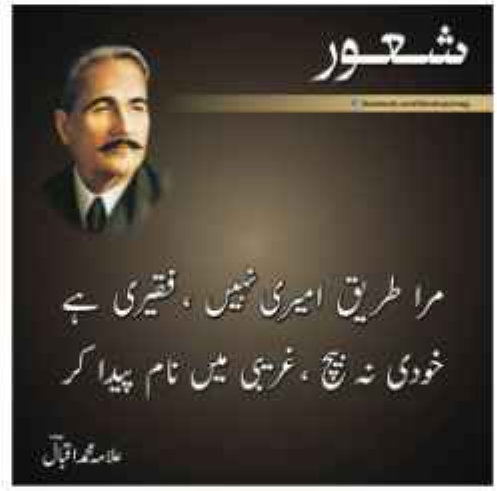

3.2 خودی اور قومیت خودی محض فرد کا فلسفہ نہیں بلکہ امت کی تشکیل کا اصول ہے۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارہ

اقبال کے نزدیک قومیں فرد کی تربیت سے بنتی ہیں، نہ کہ جغرافیے سے۔ یہی فلسفہ بعد میں نظریۂ پاکستان کی فکری اساس بنتا ہے۔

3۔ اقبال کا نظریۂ تعلیم

1.3 تعلیمی بحران کی تشخیص

اقبال نے مغربی تعلیمی ماڈل کو "عقل پرستی" اور "مادیت" کے غلبے کی وجہ سے یک رخی قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

؎ وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے لیے
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کفِ جو

یہ تنقید دراصل اس بات پر ہے کہ وہ تعلیم جو قوم کے کردار، خودی اور اخلاقی قدروں کو کمزور کرے، وہ استعماریت کی خدمت کرتی ہے۔

2.3 تعلیم کا مقصد

اقبال کے مطابق تعلیم کے تین بنیادی مقاصد ہیں:

(1) خودی کی پرورش

فردی شخصیت، آزادیٔ فکر اور اخلاقی قوت کی تشکیل۔

(2) تخلیقی فکر اور اجتہاد

اقبال عصرِ حاضر کی علمی ترقی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اجتہاد کی شرط لگاتے ہیں تاکہ علم اقدار کے تابع رہے۔

(3) روحانی و اخلاقی تربیت

''تعمیرِ کردار'' اقبال کے تصورِ تعلیم کا بنیادی جزو ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

؎ تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُدھر پھیر

یہاں ''تیزاب'' دراصل تربیت کے سخت اور تشکیل ساز مراحل کا استعارہ ہے۔

3.3 اقبال کا مثالی معلم

اقبال کے نزدیک معلم صرف علم کا مبلغ ہی نہیں بلکہ شخصیت ساز، مستقبل کا معمار، اخلاقی راہبر روحانی مربّی ہوتا ہے۔

؎ دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر
وہ ہی گرمیاں وہی سوز و ساز

مثالی معلم وہ ہے جو شاگرد کے اندر ''جذبۂ خودی'' پیدا کرے۔

4.3 نئی نسل اور تعلیمی اصلاح

اقبال کی تجویز یہ ہے کہ: نصاب میں اسلامی فکر اور جدید سائنس کا امتزاج ہو تعلیم نظری ہو لیکن ہمہ جہت مقصد شخصیت سازی ہو، نوکری نہیں تعلیم قوم کی اجتماعی خود مختاری خدمت کرے۔

4۔ نظریۂ پاکستان: تاریخی، تہذیبی اور اقبالیاتی تناظر

1.4 جداگانہ قومیت کا تصور

اقبال کے نزدیک مسلمان ایک ملت ہیں، نہ کہ ہندو اکثریت کے ساتھ ایک مشترک قوم۔ ان کا قول ہے: "اسلام ایک سماجی تشکیل ہے۔ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مرکز ایمان ہے۔" اسی خیال نے بعد میں دو قومی نظریے کو فکری بنیاد دی۔

2.4 سیاسی خود مختاری کی ضرورت

1930 کے الٰہ آباد خطبے میں اقبال نے پہلی بار شمال مغربی ہندوستان میں ایک مسلم ریاست کا تصور پیش کیا۔ یہ مطالبہ دراصل: تہذیبی بقا، مذہبی آزادی، سیاسی خود ارادی، معاشی مساوات کے اصولوں پر مبنی تھا۔

3.4 خودی تعلیم سیاسی خود مختاری

اقبال کے یہاں نظریۂ پاکستان ایک سیاسی مطالبہ نہیں، بلکہ ایک تہذیبی ضرورت ہے۔ اگر: خودی مضبوط ہو تعلیم شخصیت ساز ہو معاشرہ اخلاقی اصولوں پر کھڑا ہو تو پھر سیاسی ریاست ایک ''اخلاقی ریاست'' بنتی ہے۔

4.4 اقبال اور پاکستان کا فکری ڈھانچہ

اقبال کے مطابق مستقبل کی مسلم ریاست کو: جمہوری عدل پر مبنی، روحانی اقدار کی حامل، معاشی انصاف کی ضامن، اور تخلیقی فکر کو فروغ دینے والی

5۔ تنقیدی تجزیہ

1.5 فلسفۂ خودی کا جدید معنوی کی وسعت

اقبال کا تصورِ خودی آج کے تناظر میں: بااختیار فرد، سماجی خود مختاری، اخلاقی قیادت، سوشل انٹرپرائز اور تخلیقی قوت جیسے تصورات کے ساتھ ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے۔

2.5 تعلیمی بحران اور اقبال کی معنویت

پاکستان سمیت مسلمان معاشروں میں موجود: رٹہ سسٹم، نوکری زدہ تعلیم، اخلاقی زوال، تشخصی بحران، اقبال کی تعلیمی فکر کی ضرورت کو اور بھی نمایاں کرتا ہے۔

3.5 نظریۂ پاکستان اور عملی چیلنجز

پاکستان کی ریاستی ساخت میں: جمہوری عدم استحکام، معاشی ناہمواری، نوآبادیاتی بیوروکریسی، اخلاقی انحطاط دراصل وہ کمزوریاں ہیں جن کے خلاف اقبال نے ''خودی'' اور ''تعلیم'' کو ہتھیار کے طور پر تجویز کیا۔ علامہ اقبال کا فلسفۂ خودی ان کی پوری فکری دنیا کا محور ہے۔ یہی تصورِ تعلیم میں کردار سازی، تخلیقی شعور، اور روحانی تربیت کا مرکز بنتا ہے۔ اور یہی فلسفہ مسلمانوں کی سیاسی خود مختاری یعنی ''نظریۂ پاکستان'' کا فکری سرچشمہ ثابت ہوتا ہے۔ اگر آج پاکستان اقبال کے خواب کی تعبیر چاہتا ہے تو اسے: خودی کی مضبوط تعلیم کی اصلاح، اخلاقی ریاست، عدلِ اجتماعی اور قومی خود مختاری پر مبنی فکر کی طرف لوٹنا ہوگا۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
ریجنل کیمپس لاہور میں یوم اقبال کی تقریب

علمیت رپورٹ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ریجنل کیمپس لاہور میں زیر صدارت ڈائریکٹر لاہور ریجن ملک امان اللہ علامہ اقبال کا 148واں یوم پیدائش بڑے جوش وخروش سے منایا گیا۔ ہال مہمانوں اساتذہ کرام ٹیوٹرز اور طلبہ سے بھرا ہوا تھا۔ مہمان خصوصی ڈائریکٹر جنرل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی توقیر احمد تھے۔ کی نوٹ سپیکر ماہر تعلیم اشفاق احمد جبکہ مہمانوں میں محمد نواز اور محترمہ نورین بھی نمایاں تھیں، طلبہ اور طالبات نے تقاریر میں علامہ اقبال کو خراج تحسین پیش کیا، کلام اقبال سے بھی لوگ محظوظ ہوئے۔ تقریب کا آغاز قران پاک کی تلاوت سے ہوا۔ ریجنل ڈائریکٹر نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں معزز مہمان گرامی طلبہ کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا کہ ریجنل آفس ہر سال یوم اقبال بڑے بھرپور طریقے سے مناتا ہے۔ یہ پروگرام طلبہ نے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر عظمی کی زیر نگرانی ترتیب دیا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ یہ اقبال کے شاہین بچے ہیں اور مستقبل کے معمار ہیں۔ بچے اقبال کے تصور کو عملی شکل دیں گے یہ ادارہ عوام کے لیے لیڈر پیدا کر رہا ہے ہمیں اقبال کے افکار کو اپنے عمل کا محور بنانا چاہیے تاکہ پاکستان حقیقی معنوں میں اقبال کے نوجوانوں کا پاکستان بن سکے، جہاں امن وامان محبت رواداری اور انصاف کا بول بالا ہو۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے غلامی کے اندھیروں میں روشنی کی شمع جلائی، ایک ایسی قوم کو خودی کا پیغام دیا جو مایوسی کا شکار تھی۔ علامہ اقبال نے یہ سبق دیا کہ علم وعمل ہی دو ستون ہیں جن پر ایک زندہ قوم کی تعمیر کی جاتی ہے۔ آج کے حالات میں فکر اقبال رہنمائی فراہم کرسکتی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے لاہور ریجن میں حاضری کو بہتر کیا ہے۔ آج ہم معیار کے لحاظ سے بھی بہت آگے ہیں۔ ہم جناب پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ویژن کو آگے بڑھا رہے ہیں انہوں نے ڈائریکٹر جنرل توقیر احمد خان کی خدمات کو بھی سراہا کہ وہ قیمتی وقت نکال کر اسلام آباد سے تشریف لائے۔ ہم اس سلسلہ میں شیخوپورہ میں بھی ایک تقریب کا انعقاد کریں گے۔

اشفاق احمد خان نے اپنی تقریر میں علامہ اقبال کو دنیا کی ایک عظیم شخصیت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ مشرق ومغرب کے شاعر تھے۔ ایران، جرمنی اور یورپ کی اقوام ان کے کلام سے بڑی متاثر ہیں ان کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کا اقبال سے گہرا تعلق تھا۔ علامہ اقبال کے انتقال پر ایک تعزیتی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اقبال کو مشرق کے مسلمان اور مغرب کے انگریز نہ پہچان سکے۔ اگر مسلمانوں نے آزادی کے پیغام کو سمجھ لیا ہوتا تو آزادی جلد مل جاتی۔ آپ نے آزادی سے پہلے وفات پائی۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے کہا کہ قوموں کو صدیوں میں ایسے شاعر نہیں ملتے۔ علامہ اقبال کا کلام الہامی ہے۔ علامہ پر اشعار کا نزول ہوتا تھا۔ الہام کو سمجھنے والا ان کے اشعار کو سمجھ سکتا ہے۔ چار اقوام ان کو اپنا شاعر مانتی ہیں۔ ان کے فارسی میں سات ہزار اشعار ہیں۔ دنیا کے جس خطے میں بھی جائیں اقبال کا نام ہوگا۔ ان کے کلام کا زیادہ حصہ نوجوانوں کے لیے ہے۔ قوموں کی تحریکوں میں نوجوان آگے آگے ہوتے ہیں۔ ہم اقبال کو صرف نصاب ہی میں پڑھتے ہیں۔ ہمیں ان کی شاعری پر غور کرنا چاہیے۔ اقبال کی شاعری عمل کرنے کے لیے ہے۔ تاکہ اندر کا انسان قابو میں رہے۔ اقبال نسل نو کو شاہین بنانا چاہتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ دین پر عمل کرنے سے انسان بنتا ہے۔ ہر مرد مومن کی صفات آگے بڑھنے کے لیے ہیں۔ اقبال کے کلام میں رہنمائی ہے۔ ہمیں متواتر تھوڑا تھوڑا روزانہ پڑھنا چاہیے۔ ہم اقبال کے فلسفہ خودی پر عمل کر کے تعمیر پاکستان کو ممکن بنا سکتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک خودی کی تربیت کے لیے تین مراحل ہیں اطاعت ضبط نفس اور نیابت الٰہی:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تصویری جھلکیاں

ڈائریکٹر جنرل توقیر احمد نے اپنے خطاب میں ریجنل ڈائریکٹر لاہور اور طلبہ اور طالبات کو اس عظیم شام تقریب کے انعقاد پر مبارکباد دی۔ انہوں نے کہا کہ ایسی تقریبات میں لاہور ریجن ہمیشہ آگے آگے ہوتا ہے۔ لاہور ریجن ملک امان اللہ کی رہنمائی میں اعلیٰ کارکردگی دکھا رہا ہے۔ انہوں نے بچوں کی تقاریر اور کلام اقبال کو سراہا۔ ڈائریکٹر جنرل نے کہا کہ ہم ادب سے خاصے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اقبال کی فکر ہے۔ ہمیں اقبالیات کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ان کے کلام سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ آج کا موضوع فکر اقبال ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقبال کا تصور خودی انا یا غرور نہیں، بلکہ خود آگاہی، خود شناسی اور اپنی ذات کی قدر و قیمت پہچاننے کا نام ہے۔ انسان اپنی ذات کی پہچان کے ذریعے ہی اپنے رب کو پہچاننے کے بلند مرتبے تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کا سیاسی مقام بھی بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزادی کی جدوجہد کی اس کے علاوہ وطن کا مطالبہ انہی کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو جگایا اور ایک فکر دی۔ جب قائداعظم لندن چلے گئے تو آپ کی ذات ہی تھی۔ جس نے خطوط لکھ کر قائداعظم کو واپس بلایا تھا اور آزادی کی جدوجہد کے لیے قائل کیا۔ یہ اقبال کا نظریہ ہی تھا جو خطبہ الہ آباد 1930 میں دیا گیا اور پاکستان بننے کا سبب بنا۔ انہوں نے کہا کہ آج کا نوجوان جدید تعلیم سے مزین ہے۔ مگر بدقسمتی سے ذہنی طور پر مغرب کا اسیر ہو چکا ہے۔ چونکہ اقبال کا زمانہ برطانوی کے استعمار کا زمانہ تھا۔ وہ غلامی کے ماحول میں پلے بڑھے اس لیے نوجوانوں کی کمزوریوں سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اپنی متعدد نظموں میں نوجوانوں کے کمزوریوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دیتے ہیں کہ مومن کی اصل زندگی بلندیوں کی تلاش ہے۔ زمین پر بیٹھنے والا انسان شاہین نہیں بن سکتا۔ ڈائریکٹر جنرل نے کہا کہ علامہ اقبال کے ویژن نے پاکستان کے خواب کو ناقابل تردید حقیقت بنایا۔ اس طرح آج بھی علامہ اقبال کے فلسفہ خودی پر عمل پیرا ہو کر تعمیر پاکستان ممکن ہو سکتی ہے۔ اقبال کی تعلیمات نے قائداعظم پر گہرے اثرات مرتب کی۔ خطوط اقبال میں ملک کے مالیاتی نظام کا ذکر بھی تھا۔ آج پوری دنیا میں اقبال کا نام موجود ہے ہمیں بھی ان کے کلام سے دینی چاہیے ہمارے اندر ان کا کلام سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہیے انہوں نے کہا کہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہی تھا کہ انسان اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو پہچانے اور بروئے کار لائے اور وہ ایسی تعلیم کے مخالف تھے جو انسان کو غلام بنائے انہوں نے کہا تھا:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا تدریسی فلسفہ

تحریر: پروفیسر ملک محمد شریف

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اپنے تدریسی فلسفے "تعلیم لوگوں کی دہلیز پر" کے مطابق پڑھے لکھے پاکستان کی تشکیل میں بھرپور حصہ لے رہی ہے۔ اس کا قومی سطح پر تعلیمی کردار قابل تعریف ہے۔ یونیورسٹی تعلیم سب کے لیے کہ مطابق اس منزل کی طرف گامزن ہے۔ جو معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے مطابق اور قائداعظم محمد علی جناح کے ویژن کے عین مطابق ہے۔ اوپن یونیورسٹی پاکستان کی بڑی جامع اور طلبہ کی تعداد سے حوالے سے دنیا کی بڑی یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے۔ یونیورسٹی فاصلاتی نظام کے تحت دور افتادہ علاقوں تک علم کی روشنی پھیلا رہی ہے اور ملک بھر میں اپنے علاقائی اور ذیلی دفاتر کے ذریعے طلبہ اور طالبات کو انتہائی کم خرچ پر یہ نچلی سطح سے لے کر اعلیٰ سطح تک تعلیمی سہولت مہیا کر رہی ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا مقصد ملک کے سماجی اور معاشی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل برداشت فیسوں پر مبنی تعلیم کو عوام کی دہلیز تک پہنچانا ہے۔ قدرتی آفات اور دہشت گردی سے متاثرہ افراد کے مسائل قومی اور عوامی معاملات حکومت اور عوام کا ساتھ دینا ہے۔

یونیورسٹی ہمیشہ سیلاب سے متاثرہ طلبہ کے لیے پیکج دیتی ہے تاکہ طلبا اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ ماضی کے وائس چانسلر اور خاص کر موجودہ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود اس ادارے کو جدید خطوط پر استوار کرنے اور جدید رجحانات ای لرننگ اور موبائل لرننگ کے لیے کوشاں ہیں۔ یونیورسٹی عالمی شہرت یافتہ کمپنیوں کی شراکت سے بھی ملک کے طول عرض میں ٹیوٹرز کو آئی ٹی کی ٹریننگ دے رہی ہے۔ علاقائی کیمپسز کے لیے بہترین عمارتیں بنائی جارہی ہیں، یونیورسٹی نے بیرونی ممالک میں بھی اپنے دفاتر کھولنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ یونیورسٹی نہ صرف کم قیمت پر تعلیم دے رہی ہے بلکہ یونیورسٹی اپنے بنیادی فلسفے تعلیم سب کے لیے سکلز، تانج انہانسمنٹ اور کوالٹی ایجوکیشن کو فوکس کرتے ہوئے معیاری تعلیم دے رہی ہے۔ ڈیرہ غازی خان کے علاقے میں بھی 40 ہزار کے قریب خواتین کورسز پڑھ رہی ہیں۔ خواتین کے لیے یہاں ہوسٹل بھی ہے جہاں وہ رہائش بھی اختیار کرسکتی ہیں۔ یہ ملک کی واحد یونیورسٹی ہے جس میں 56 فیصد خواتین زیر تعلیم ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی 14 مارچ 1996 کو اوپن یونیورسٹی ایک شارٹ ٹرم ایجوکیشنل کورس میں داخلہ لیا تھا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا شمار دنیا کی چھ بڑی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے اس کے تقریباً 38 سے زائد ریجنل کیمپس مختلف بڑے شہروں میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ 800 سٹڈی سینٹر ہیں۔ اس کے 100 سے زائد پروگرام 1200 سے زائد کورسز اور 32 ہزار سے زائد ٹیوٹرز ہیں جو تعلیم سب کے لیے رواں دواں ہیں۔ جب یہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو دنیا کی دوسری اور ایشیا اور افریقہ کی پہلی

وائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود

یونیورسٹی تھی۔ جس کا مقصد ان لوگوں کی دہلیز تک تعلیم پہنچانا تھا جو کسی نہ کسی وجہ سے رسمی تعلیم سے استفادہ نہ کر سکے، یا ان کا تعلیمی سفر منقطع ہو گیا۔ یونیورسٹی کا بنیادی سسٹم دو سمسٹرز بہار اور خزاں پر محیط ہے۔ میٹرک سے گریجویشن کی سطح کے پروگرام دونوں سمسٹر جبکہ پوسٹ گریجویٹ کی سطح کے پروگرام سال میں ایک دفعہ پیش کیے جاتے ہیں۔ 1975 میں اس کی تعداد 976 تھی اور 1350 مختلف کورسز تھے۔

یونیورسٹی کا قیام 1974 میں اسلام اباد کے ایک سیکٹر میں چھوٹی سی عمارت میں عمل میں آیا۔ شروع میں یونیورسٹی مختلف مشکلات کا شکار رہی کیونکہ یہ فاصلاتی تعلیم کے حوالے سے پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی نے ترقی کی اور پاکستان کے تعلیمی میدان میں منفرد اور نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

ترقی کا یہ سفر یونیورسٹی اساتذہ ٹیوٹرز ملازمین وائس چانسلرز کی بھی محنتوں کا مرہون منت ہے۔ انہوں نے دن رات کی مسلسل محنت سے یونیورسٹی کو قومی سطح پر اجاگر کرتے ہوئے اسے بین الاقوامی سطح پر بہترین یونیورسٹی کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ طلبہ کو جدید ترین کمپیوٹر لیبز، لائبریریاں، لیکچر ہال اور ویڈیو کانفرنس سسٹم کے ساتھ رابطہ کی سہولیات دستیاب ہیں۔ اگر یہاں ہم موجودہ وائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود کی کاوشوں کا ذکر نہ کریں تو زیادتی ہوگی۔ وہ یونیورسٹی کی ترقی دن رات کوشاں ہیں۔ انہوں نے چارج لیتے ہی کئی پروگرامز اور ڈسپلنز میں اضافہ کیا ہے طلبہ اور طالبات کو بہترین سہولیات کی فراہمی اور بروقت مدد کو اپنا شعار بنایا ہے۔ وہ اکثر علاقائی اور ریجنل آفسز کا دورہ کر کے معاملات اور مشکلات کا خود جائزہ لیتے ہیں اور اس قومی ادارے کو بین الاقوامی سطح پر لانے اور جدید تقاضوں کے مطابق اس کے تعلیمی پروگرام کو ترقی دینے اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کو بروئے کار لانے کے لیے فوری اقدامات اٹھا رہے ہیں۔ وقت کا پہیہ سالوں مہینوں کی بجائے دنوں پر مبنی تبدیلی کا عکس پیش کرنے لگا ہے۔

ہم ریجنل ڈائریکٹر لاہور جناب امان اللہ ملک اوپن یونیورسٹی کے ویژن تعلیم سب کے لیے فاصلاتی نظام کے ذریعے تعلیم لوگوں کی دہلیز تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

لاہور ریجن شرح تعلیم کے لحاظ سے پاکستان میں اول نمبر پر ہے۔ ڈائریکٹر نے اپنے دروازے طلبہ اور طالبات کے لیے کھول رکھیں ہیں وہ طلبہ کو سہولتیں اور آسانیاں مہیا کرنے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان کا سٹاف محترمہ ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر عظمیٰ سمیت یونیورسٹی کے مقاصد کو حقیقت میں بدلنے کے لیے دن رات مصروف عمل ہے۔ طالبات ڈاکٹر عظمیٰ سے بغیر کسی جھجک کے ملتی ہیں اور اپنے مسائل پیش کرتی ہیں جن کو وہ فوری طور پر حل کرتی ہیں۔ یونیورسٹی ای لرننگ اور موبائل ٹیکنالوجی کی طرف تیزی سے کوشاں ہے۔ کمپیوٹر سائنس کے بہت سے کورسز آن لائن اور اساتذہ کی تربیت پر مبنی بہت سے کورسز اور مشقیں آن لائن پیش کی جارہی ہیں۔ طلبہ کے مسائل اور ان کے حلقے منصوبے شروع کیے جارہے ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی ملک محمد احمد خان کو پنجاب یونیورسٹی ڈیپارٹمنٹ آف میڈیا اینڈ ڈیولپمنٹ کمیونیکیشن کے زیر اہتمام تین روزہ 'صحافی سمٹ 2025ء' کی اختتامی تقریب میں سینئر صحافی سلمان غنی اور چیئرپرسن ڈاکٹر عائشہ اشفاق سووینئر پیش کر رہے ہیں۔

وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد علی پنجاب یونیورسٹی فیکلٹی آف کمپیوٹنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے زیر اہتمام کانووکیشن میں طالبہ کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں۔

نسٹ یونیورسٹی کے ریکٹر ڈاکٹر زاہد لطیف خارجہ امور کے حوالے سے کتاب کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے طلباء کی زیادہ گندم اگاؤ ریلی

یوم اطفال کے موقع پر ایک دن کا وزیر تعلیم ابوذر مخلصانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے

وزیر تعلیم رانا سکندر حیات سیکرٹری سکول ایجوکیشن خالد نذیر وٹو ڈی جیٹلائزیشن کے حوالے سے اجلاس میں شریک ہیں

منہاج یونیورسٹی کے کانووکیشن میں ڈاکٹر غزالہ حسن قادری طالبہ کو گولڈ میڈل دیتے ہوئے

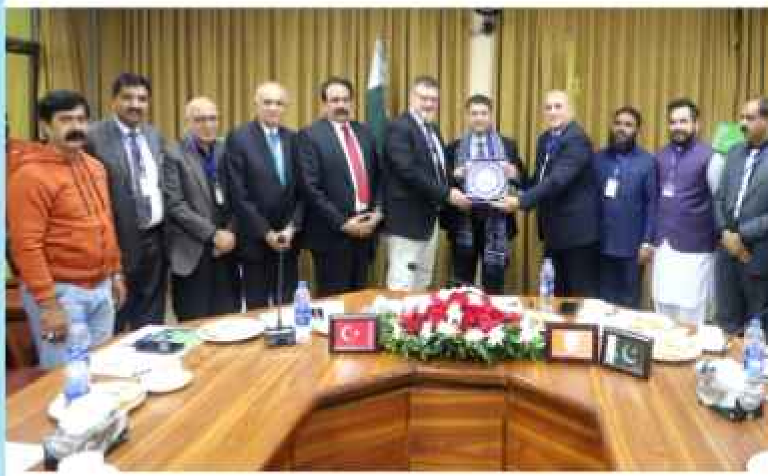

غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان میں ''غازی اکنامک سمٹ ۲۰۲۵'' کے شرکا، کا گروپ فوٹو

سُپیریئر یونیورسٹی کے طلباء کا ترکی کی استنبول آیدن یونیورسٹی میں بین الاقوامی بحالی و معاون صحت سائنس کانفرنس کے موقع پر گروپ فوٹو

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

گورنر پنجاب سردار سلیم حیدر خان کا پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام تین روزہ 'صحافی سمٹ 2025ء' کے موقع پر شرکاء کے ساتھ گروپ فوٹو۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور اور چولستان یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز بہاول پور کے زیر اہتمام پہلی ملٹی ڈسپلنری کانفرنس برائے ایس ڈی جیز (اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف) ریسرچ، پالیسی اور ایکشن 2025 کی افتتاحی تقریب میں پروفیسر ڈاکٹر روبینہ بھٹی، پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم، پروفیسر ڈاکٹر مظہر ایاز و دیگر شریک ہیں